ثقافت

محمد مظہر الدین صدیقی

اسلام اور مساواتِ جنسی

مساوات ایک ایسی اصطلاح ہے جس کی صحیح طور پر تعریف کرنا بہت دشوار ہے۔ ایک معنی کر کے تمام انسان ایک دوسرے کے مساوی ہیں لیکن جب ہم عملی زندگی کے واقعات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی دو بھی ایسے نہیں جو ہر اعتبار سے باہم مساوی ہوں۔ ہر انسان کا اپنا ایک خاص مذاق ہوتا ہے۔ وہ ایک جداگانہ لے کر عالم وجود میں آتا ہے۔ اس کے تقاضے جسمانی اور دماغی اور اس کی ذہنی اور روحانی صلاحیتیں دوسروں سے ہوتی ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اختلافات بالکلیہ ماحول اور تربیت کے پیدا کردہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حقوق اور ذمہ داریوں اور معاشرہ میں انسان کا انفرادی رتبہ متعین کرنے میں پیدائشی اختلافات کا بڑا دخل ہے۔ کی بنیادی وحدت و مساوات کو اصولی حیثیت سے تسلیم کرنے کے باوجود یہ امر عملاً ناممکن ہے کہ افراد کے باہمی فرق و اختلافات کو بالکل مٹا دیا جائے اور ان فروق و اختلافات سے جو عدم مساوات پیدا ہوتی ہے اسے یکسر محو کر دیا جائے۔ عدم مساوات کی وجہ سے جو مظالم اور ناانصافیاں پیدا ہوتی ہیں وہ اسی وقت وجود میں آتی ہیں جب انسان کی فطری اور پیدائشی عدم مساوات میں معاشرہ اپنی طرف سے مصنوعی عدم مساوات کا اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ مصنوعی مساوات جو بالآخر ظلم اور اتلاف حقوق کی جانب لے جاتی ہے۔ غیر فطری رسم و رواج اور بادیہ روایات کی صورت اختیار کر سکتی ہے جب یہ غیر فطری بندشیں اور مصنوعی پابندیاں کسی معاشرہ میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو اس کے تمام افراد خواہ وہ ہوں یا عورتیں اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو نشوونما دینے میں رکاوٹیں محسوس کرنے لگتے ہیں انسان کا ذہنی اور روحانی ارتقا مسدود ہو جاتا ہے۔ ان کے بلند تر عزائم اور اعلےٰ حوصلے شل کردہ جاتے ہیں۔ یہ کام مذہب، حکومت اور قانون کا ہے کہ وہ انفرادی نشوونما کی راہ سے ایسی تمام رکاوٹوں کو دور کریں اور ایک ایسا ماحول پیدا کریں جس میں ہر فرد انسان کی پیدائشی صلاحیتوں کا فرق و اختلاف معاشرہ میں ان کا رتبہ متعین کرلے۔

جنسی مساوات کے مسئلہ پر بھی اسی نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیئے۔ اگر جنسی مساوات سے مراد یہ ہے کہ ہماری صنف کو وقیانوسی معاملات مصنوعی رسوم اور ایسے تمام قوانین جن کی اسلام میں کوئی حقیقی سند موجود نہیں اور جو غیر مسلموں کے میل جول یا مخصوص قومی اور ملکی حالات کی پیداوار ہیں ہمارے معاشرہ سے خارج کر دیئے جائیں تاکہ مرد عورت کی طرف

عورتوں کو بھی یہ موقع حاصل ہو کہ وہ اپنی ذہنی ۔ روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں اور مسلمان معاشرے کی ترقی میں اپنا جائز حصہ لے سکیں تو بجز چند قدامت پرستوں کے اور کسی سمجھدار شخص کو اس قسم کی مساوات سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر جنسی مساوات کے معنے بدلے جائیں کہ صنفِ نازک کے جسمانی خصوصیات ۔ نفسیاتی میلانات ۔ اور ذہنی صلاحیتیں بعینہ اور ہو بہو مردوں کی مانند ہیں یا مرد اور عورت ایک دوسرے کی تکمیل نہیں کرتے بلکہ ایک مشترک میدانِ عمل میں باہم حریفانہ حیثیت رکھتے ہیں اور ہر وہ کام جو مردوں کے کرنے کا ہے عورتیں بھی اس حسن و خوبی سے انجام دے سکتی ہیں ۔ یا مرد بھی عورتوں کے وظائف انجام دے سکتے ہیں تو اس قسم کی جنسی مساوات بالکل غیر حقیقی اور ناقابلِ عمل ہے ۔

جہاں تک مرد و عورت کی بنیادی مساوات کا تعلق ہے قرآن حکیم نے ایک جامع آیت میں اس کا اثبات کر دیا ہے

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء (سورہ نساء)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک نفسِ واحد سے پیدا کیا ۔ پھر اسی نفس واحد سے انسان کا جوڑا پیدا کیا یعنی صنفِ نازک کی تخلیق بھی اسی نفس واحد سے عمل میں آئی جس سے مرد کو پیدا کیا گیا ۔ یہاں نہ صرف مردوں اور عورتوں کی اصولی مساوات کا اعلان کیا گیا ہے بلکہ سارے انسانوں کو بلا امتیاز نسل و خون اور قومیت مساوی قرار دیا گیا کیونکہ سب کے سب بالآخر اسی نفسِ واحد کی پیداوار ہیں ۔ اس جامع قرآنی آیت کے بعد جس میں مردوں اور عورتوں کی مساوات کا صاف لفظوں میں اثبات کیا گیا ہے اگر کوئی حدیث یا روایت ہمیں ایسی ملتی ہے جس سے قرآن کے اس اعلان کی براہ راست یا بالواسطہ تکذیب ہوتی ہے تو ایسی حدیث یا روایت لائقِ استناد نہیں ۔ مثلاً ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے ۔ اسی طرح ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی چیز میں منحوسیت ہو سکتی ہے تو گھوڑے ۔ عورت اور مکان میں یہ دونوں حدیثیں قرآن کے اعلانِ مساوات کی صریحاً تکذیب کرتی ہیں اور اس لئے انہیں حضور رسالتمآب کی جانب منسوب کرنا منصبِ نبوت کی تذلیل و اہانت ہے ۔

عربوں کی تاریخ کے جس عہد میں اسلام منظرِ وجود پر نمودار ہوا اس میں عورتوں کی حیثیت بہت پست اور حقیر تھی ۔ انہیں نہ صرف مردوں سے کم مرتبہ قرار دیا گیا تھا بلکہ ان کے ساتھ غلاموں کا سا سلوک کیا جاتا تھا ۔ جب کسی مرد کا انتقال ہو جاتا تو اس کی بیویاں اس کی اولاد میں وراثتاً منتقل ہوتی تھیں گویا کہ وہ بھی کوئی جائیداد منقولہ ہیں ۔ لڑکیوں کا پیدا ہونا اہلِ خاندان کے لئے باعثِ ننگ سمجھا جاتا تھا اور بہت سے لوگ اس ذلت کی شرمندگی کو چھپانے کے لئے اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے ۔ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی تعلیمات نے اس غلط تصور کو مٹا دیا کہ لڑکیاں لڑکوں

سے کم حیثیت اور کم رتبہ ہیں یا ان کے سلوک اور برتاؤ میں کسی ترجیح کے مستحق ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم نے عورتوں اور مردوں کے مرتبہ کو مساوی قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم ہن لباس لکم وانتم لباس لہن (سورہ بقرہ)

رمضان کی شب میں تمہارے لئے بیویوں سے ہمبستری حلال ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے بمنزلہ لباس کے ہیں اور تم ان کے لئے۔

چونکہ لباس سے انسان کے بعض جسمانی عیوب پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور لباس سردی اور گرمی میں انسان کو بیرونی فضا کے اثرات سے محفوظ رکھتا ہے اس لئے یہاں عورتوں کو مردوں کا لباس قرار دینے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح مرد عورتوں کو برائیوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور ان صفات کی تکمیل کرتے ہیں جو عورتوں میں نہیں پائی جاتیں اسی طرح عورتیں بھی مردوں کو فواحش سے روکنے کی موجب ہیں اور مردوں میں جن صفات کی کمی ہے انہیں پوری کرتی ہیں۔ یا اگر لباس سے آرائش و زینت مراد لی جائے تو اس آیت کے معنے یہ ہوں گے کہ جس طرح مرد کا وجود عورتوں کو زیب و زینت بخشتا ہے اسی طرح عورتیں مردوں کے لئے باعثِ زینت ہیں۔ بہرحال دونوں صورتوں میں یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اللہ کی نظر میں مرد اور عورت بلحاظ مرتبہ مساوی ہیں۔ عربوں کی جیسی سوسائٹی میں جہاں عورت کو اتنا ذلیل سمجھا جاتا ہے قرآن کا یہ اعلان انتہائی انقلاب انگیز تھا اور نہ صرف عربوں میں بلکہ یورپ کے ممالک میں ابھی سو دو سو سال ہوئے عورتوں کو جو حیثیت دی گئی تھی۔ اس کے لحاظ سے قرآن کا اعلان مساوات مہذب دنیا کے معیارات سے بہت اونچا تھا۔ اسی طرح عربوں میں لڑکیوں کو جس ذلت اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ قرآن اس کی صاف الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے ان لوگوں کو نہایت کمینہ اور دنی الطبع قرار دیتا ہے جو لڑکی کی پیدائش پر ناک بھوں چڑھایا کرتے تھے اور اس کے وجود کو اپنے خاندان کے لئے ایک بارگراں سمجھتے تھے۔

واذا بشر احدھم بالانثیٰ ظل وجہہ مسودا وھو کظیم۔ یتواریٰ من القوم من سوء ما بشر بہ ایمسکہ علیٰ ھون ام یدسہ فی التراب الاساء ما یحکمون (سورہ نحل)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے وہ اس خبر کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی جاتی ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کیا اسے ذلت کے لئے رہنے دے یا اسے مٹی میں گاڑ دے۔ سنو بہت برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے تھے

اسی طرح اس خیال کی بھی قرآن ہی نے تردید کی کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں کوئی قانونی حق حاصل نہیں ہے بلکہ ہر مرد آزاد ہے کہ ان کے ساتھ جو سلوک چاہے کرے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف (سورہ بقرہ)

اور عورتوں کے لئے بھی پسندیدہ طور پر ویسے ہی حقوق ہیں

جیسے مردوں کے لئے۔

اسی اصول مساوات کی تعلیم دینے کے لئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بار بار تاکید کی کہ لڑکیوں کے ساتھ انہیں بالکل وہی برتاؤ کرنا چاہیئے جو لڑکوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسلام سے قبل لڑکیوں کو ایک بار سمجھا جاتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ خاندان میں اولاد ذکور کی جو عزت تھی لڑکیاں اس سے بالکل محروم تھیں بلکہ آج تک مسلمانوں میں اس عدم مساوات کے نیچے کچھ اثرات پائے جاتے ہیں اور بہت سے لوگ لڑکوں کو اس لئے عزت و احترام اور شفقت و محبت کا مستحق سمجھتے ہیں کہ آگے چل کر ان سے خاندان کی معاشی سود و بہبود میں اضافہ ہوگا۔ چنانچہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر ویسی توجہ نہیں کی جاتی جیسے لڑکوں کی تعلیم پر کیونکہ لڑکیوں کی تعلیم سے خاندان کا کوئی ظاہری فائدہ نظر نہیں آتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا اور صاف لفظوں میں حکم دیا کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ ہر معاملہ میں خواہ کھانے پینے سے متعلق ہو تعلیم و تربیت سے متعلق ہو یا شادی بیاہ سے یکساں سلوک کیا جانا چاہیئے۔ چنانچہ ابن عباس سے روایت ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ولدت له ابنته فلم یوذها ولم یهنها ولم یوثر ولده علیها یعنی الذکور ادخله الله بها الجنة (کنز العمال ۲۷۷)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اسے تکلیف دے نہ اس کی اہانت کرے اور نہ لڑکوں کو اس پر فوقیت دے اللہ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے:۔

عن ابی هریرہ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حرم عزوجل الجنة علی کل آدمی یدخلها قبلی غیر انی انظر عن یمینی فاذا امراة تبادرنی الی باب الجنة فاقول ما لهذہ تبادرنی فیقال لی یا محمد هذہ امراة کانت حسناً جمیلة کان لها یتامی فصبرت علیهن حتی بلغ امرهن الذی بلغ فشکر الله لها ذالک (کنز العمال ۳۷۹)

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ حضور نے فرمایا خدا نے ہر شخص کے لئے مجھ سے پہلے جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے لیکن میں قیامت کے روز اپنی داہنی طرف ایک عورت کو جنت کے دروازے کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھوں گا میں کہوں گا اسے کیا سوجھی کہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ ایک خوبصورت بیوہ تھی۔ اس کی یتیم لڑکیاں تھیں۔ اس نے اپنی ساری خوبصورتی ان لڑکیوں کی تربیت کی بھینٹ چڑھا دی یہاں تک کہ لڑکیاں

جوان ہوگئیں۔ خدا نے اس کے اس فعل کی قدردانی
کی۔ اسی قدردانی کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے اسی قسم کی ایک اور روایت مروی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان لہ ثلاث بنات فعالھن واواھن وکفلھن وجبت لہ الجنۃ قیل واثنتین قال واثنتین قیل وواحدۃ قال وواحدۃ۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ حضور نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کو پالے پرورش کرے اور ان کا کفیل ہو اس کے لئے جنت واجب ہے کسی نے عرض کیا اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں آپ نے فرمایا وہ والے کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔ پھر کسی نے کہا اگر ایک لڑکی ہو اور اس کی کفالت کی جائے آپ نے فرمایا ایک لڑکی والے کے لئے بھی یہی بشارت ہے۔

حضرت انس کی ایک روایت اسی مضمون سے متعلق حسب ذیل ہے۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم البنات من المشفقات المجہزات المبارکات من کانت لہ ابنۃ واحدۃ جعلھا اللّٰہ ستراً من النار ومن کانت لہ ابنتان ادخل الجنۃ بھما ومن کانت عندہ ثلاث بنات او مثلھن من الاخوات وضع عنہ الجہاد والصدقۃ

حضرت انس کا بیان ہے کہ حضور نے فرمایا لڑکیاں بہت شفیق اور باعث برکت ہوتی ہیں۔ جس شخص کی ایک لڑکی ہو خدا اس کو اپنے والدین کے لئے آتش جہنم کی آڑ بنا دے گا اور جس کی دو بیٹیاں ہوں اللہ ان کے سبب والدین کو جنت میں داخل کرے گا۔ اور جس کی تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں خدا ان کے باعث صدقہ اور جہاد کی ضرورت و فرضیت سے آپ کو سبکدوش کرے گا۔

حضرت جابر سے روایت ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان لہ ثلاث بنات یئویھن ویرحمھن فلہ بھن الجنۃ

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ حضور نے فرمایا جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش رحم و شفقت کے ساتھ کرے وہ جنت میں جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ حضور نے فرمایا۔

نئی کتابیں

رئیس احمد جعفری (ندوی)

ڈھائی ہفتہ پاکستان میں

سابق گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد کی دعوت پر مولانا عبد الماجد صاحب دریا بادی ڈھائی ہفتے کیلئے پاکستان تشریف لائے تھے۔ مولانا دریا بادی یگانہ شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ ایک بلند پایہ مصنف، صاحب طرز ادیب اور غیر معمولی بصیرت اور تدبر کے مالک ہیں۔ اُن کا قلم جوئے رواں کی طرح چلتا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کی جو علمی، مذہبی اور سیاسی خدمات اُنہوں نے انجام دی ہیں، اُنہیں ملتِ اسلامیہ کا مورخ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ حق تھا، کہ وہ پاکستان آتے، یہاں کے حالات کا بچشم خود جائزہ لیتے۔ اور پھر اپنے بے لاگ اور بے باک تاثرات قلمبند کرتے۔ پیشِ نظر کتاب مولانا کی سیاحتِ پاکستان کے وقائع پر مشتمل ہے۔ مولانا کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اُن کے دل اور قلم میں پوری ہم آہنگی ہے۔ وہی لکھتے ہیں جو دل میں ہوتا ہے۔ کتاب کی جاذبیت کا یہ عالم ہے، کہ پہلا صفحہ شروع کرنے کے بعد جب تک آخر صفحہ پر نہ پہنچ جائیں، طبیعت کو قرار نہیں آتا۔ کتاب اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ یوں تو ہر باب اپنی افادیت اور نوعیت کے اعتبار سے قابلِ مطالعہ ہے لیکن معروضاتِ خصوصی کے عنوان سے جو باب ہے، وہ حاصلِ سفر بھی ہے اور حاصلِ کتاب بھی۔ کتابت اور طباعت بہترین۔ کاغذ اچھا۔ قیمت دو روپیہ۔ صدق جدید بک ایجنسی کچہری روڈ۔ لکھنؤ سے طلب کی جا سکتی ہے۔

فتنہ انکارِ حدیث کا منظر و پس منظر

موجودہ عہد میں ایک گروہ قرآن کا پرچم لے کر اُٹھا ہے۔ اس پر بجا طور پر حضرت علی کا وہ مقولہ صادق آتا ہے۔ جو اُنہوں نے خوارج کے بارے میں فرمایا تھا۔ یعنی "کلمۃ حق ارید بھا الباطل" قرآن کا نام لے کر حدیث رسول کے خلاف پروپیگنڈا کرنا، بدگمانی پیدا کرنا، تدلیس اور تلبیس کا انبار تیار کرنا اور دروغ بے فروغ کا ثبوت دے کر اپنی جہالت اور علمی کم مائگی کا اشتہار دینا اس کا شعار ہے۔ مولانا افتخار احمد صاحب بلخی نے بڑی قابلیت اور ذہانت سے کام لے کر ایسے تمام بر خود غلط لوگوں کی نقاب کشائی کی ہے۔ جن کا مرکز خواہ لاہور ہو، خواہ کراچی، خواہ ڈھاکہ۔ زبان و بیان اور معلومات کے اعتبار سے یہ کتاب اس قابل ہے۔ کہ حدیث اور قرآن سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کی نظر سے گزرے۔ اس کتاب میں جو معلومات پیش کئے گئے ہیں، اُن کا کچھ حصہ قند مکرر پر مشتمل ہے۔ لیکن

اسلام کو عورتوں کے حقوق اور ان کے مساوی رتبہ کا کتنا خیال تھا۔ اس کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اس نے نہ صرف آزاد عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی بلکہ باندیوں اور لونڈیوں کو بھی شرف وعزت کا مقام عطا کیا۔ چنانچہ بخاری (کتاب النکاح) کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ جس شخص کے قبضہ میں کوئی لونڈی یا باندی ہو اور وہ اس کی تعلیم وتربیت کا بندوبست کرے نیز اسے تہذیب وشائستگی اور فنون وآداب سے آراستہ کرے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔

جہاں تک مردوں اور عورتوں کے روحانی ارتقا اور اخلاقی نشوونما کا تعلق ہے قرآن نے واضح الفاظ میں یہ بتادیا ہے کہ اس میدان میں عورتوں اور مردوں کے درمیان کامل مساوات ہے اور مردوں کی طرح عورتیں بھی اپنی جد وجہد، کوشش اور اطاعت گذاری سے روحانی ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچ سکتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:۔

للرجال نصیب مما اکتسبو و للنساء نصیب مما اکتسبن	مرد جو کچھ (اپنی جد وجہد سے) حاصل کریں گے اس سے بہرہ ور ہونگے اور عورتیں جو کچھ (اپنی کوشش) سے حاصل کریں گی اس سے مستفید ہوں گی۔

یہ آیت معاشی اور روحانی زندگی دونوں پر یکساں حاوی ہے۔ یعنی خواہ مال ودولت اور رزق کے حصول میں ہو یا روحانی اور اخلاقی ترقی کی دوڑ میں ہر صنف کے لئے یکساں اور مساوی راہیں کھلی ہیں۔ مرد کی طرح عورت بھی معاشی زندگی کی جد وجہد میں حصہ لے کر مال ودولت کما سکتی ہے یا اخلاقی جد وجہد کے ذریعہ روحانی بلندیاں حاصل کرسکتی ہے۔ یہی بات ایک اور جگہ اس طرح بیان کی گئی ہے:۔

ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنة ولا یظلمون نقیراً۔	جو نیک کام کریگا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو بھی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

مذہبی فرائض اور اخلاقی حدود کے دائرہ میں قرآن نے مردوں اور عورتوں کے درمیان کوئی فرق وامتیاز نہیں کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں دونوں یکساں اور مساوی طور سے شریک ہیں۔ اس لئے خدا کی نگاہ میں ان کا مرتبہ اور مقام بالکل مساوی ہے۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے:۔

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقیمون الصلوٰة ویوتون الزکوٰة ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک	اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ وہ اچھے کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ نمازیں قائم کرتے ہیں زکوٰة دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت

سیرحمهم الله - ان الله عزیز حکیم
وعد الله المومنین وعد الله المومنین
والمومنات جنت تجری من تحتها الانهار
خالدین فیها ومسکن طیبة فی جنت عدن
ورضوان من الله اکبر - ذالک هو الفوز
العظیم

کرتے ہیں ان پر اللہ رحم کرے گا - بے شک
اللہ غالب اور حکمت والا ہے - اللہ نے مومن مردوں
اور مومن عورتوں سے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے
نیچے نہریں بہتی ہیں انہی میں رہیں گے اور ہمیشگی کے
باغوں میں پاکیزہ -

اب یہ ظاہر ہے کہ اگر قرآن کے ارشاد کی رُو سے مردوں اور عورتوں پر نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی - حق و صداقت کی تبلیغ اور باطل کی روک تھام یکساں طور سے فرض کی گئی ہے تو انہیں تعلیم کے دائرہ میں بھی یکساں حقوق اور مساوی مواقع حاصل ہونے چاہئیں - کیونکہ سچائی کی تبلیغ اور برائیوں سے روکنے کا کام صرف گھریلو زندگی کی چہار دیواری سے متعلق نہیں - قرآن نے ایسی کوئی تحدید نہیں کی جس سے یہ ثابت ہو کہ معاشی امور - سیاسی معاملات اور تعلیمی مسائل میں عورتوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ حکومت یا معاشرہ کی صحیح رہنمائی کریں اور اسے غلط تدابیر اختیار کرنے سے روکیں - پھر اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سیاسی زندگی - معاشی امور اور تعلیمی مسائل پر بھی حاوی ہے تو وہ عورتیں جنہیں تعلیم و تربیت کے مواقع سے محروم کر کے ملکی سیاسیات - تمدنی مسائل تعلیمی مشاغل یا معاشی اور صنعتی امور سے بالکل الگ کر دیا گیا ہو معاشرہ اور حکومت کو بُری راہوں پر چلنے سے کیسے روک سکتی ہیں - جو عورتیں سیاسی فہم سے عاری ہوں - جنہیں یہ خبر نہ ہو کہ ان کا معاشی نظام کن بنیادوں پر قائم ہے - جنہیں تعلیمی مسائل کی نوعیت اور پیچیدگیوں کا کوئی اندازہ نہ ہو وہ ان امور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتی ہیں - اس لئے قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے لازمی طور پر یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ عورتیں اور مرد نہ صرف خانگی زندگی میں یکساں اور مساوی حقوق رکھتے ہیں بلکہ سیاسیات - معاشیات اور تعلیم کے دائرہ میں بھی انہیں مساوی درجہ حاصل ہے اور اگر عورتیں اپنے ان خصوصی فرائض اور ذمہ داریوں سے پہلوتہی نہ کریں جو خاندانی زندگی کے دائرے میں ان کے تفویض ہیں قرآن کے لئے عام ملکی اور سیاسی زندگی میں حصہ لینا نہ صرف جائز بلکہ ضروری قرار پاتا ہے۔